**Al-Mīthāq** ***(Research Journal of Islamic Theology)***
**ISSN:** 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
**Volume** 05, **Issue** 02, April - June 2026, **PP**: 76-89
**Open Access at**: https://almithaqjournal.org/

Article QR

# قولِ شاذ کی اصولی و فقہی حیثیت: شناخت کے معیارات اور اخلاقی حدود کا تحلیلی جائزہ

# *The Juristic and Legal Status of Qawl Shādh (Anomalous Opinion): An Analytical Study of the Criteria for Its Identification and Ethical Boundaries*


| | |
|---|---|
| **1. Dr. Muhammad Imran**<br>drmuhammadimranshami@gmail.com | *Assistant Professor,*<br>*Department of Usool-ud-din, University of Karachi.* |
| **2. Sabir Ali**<br>sabir.ali@luawms.edu.pk | *PhD Scholar & Lecturer,*<br>*Lasbela University of Agriculture, Water & Marine Sciences.* |



| | |
|---|---|
| ***How to Cite:*** | Dr. Muhammad Imran and Sabir Ali. 2026: "The Juristic and Legal Status of Qawl Shādh (Anomalous Opinion): An Analytical Study of the Criteria for Its Identification and Ethical Boundaries". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 5 (02): 76-89. |
| ***Article History:*** | **Received**: 05-05-2026 \| **Accepted**: 20-05-2026 \| **Published**: 25-06-2026 |


| | |
|---|---|
| ***Copyright:*** | **©The Authors** |
| ***Licensing:*** | This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License. |


| | |
|---|---|
| ***Conflict of Interest:*** | Author(s) declared no conflict of interest. |



## *Abstract & Indexing*

DRJI · ADVANCED SCIENCE INDEX · CiteFactor · ASIAN Research Index · SCI · Google Scholar · اردو جرائد اشاریہ · تحقیقات تحقیقاتی اشاریہ · ADL ASIAN DIGITAL LIBRARY · EuroPub

## *Publisher*

HIRA INSTITUTE of Social Sciences Research & Development

# قولِ شاذ کی اصولی و فقہی حیثیت: شناخت کے معیارات اور اخلاقی حدود کا تحلیلی جائزہ

## *The Juristic and Legal Status of Qawl Shādh (Anomalous Opinion): An Analytical Study of the Criteria for Its Identification and Ethical Boundaries*


1. **Dr. Muhammad Imran**
   *Assistant Professor, Department of Usool-ud-din, University of Karachi.*
   drmuhammadimranshami@gmail.com

2. **Sabir Ali**
   *PhD Scholar & Lecturer, Lasbela University of Agriculture, Water & Marine Sciences.*
   sabir.ali@luawms.edu.pk



## Abstract

The concept of Qawl al-Shādh (an irregular or isolated juristic opinion) occupies a significant position in the discourse of Islamic jurisprudence, particularly in relation to legal authority, juristic methodology, and the preservation of consistency in Islamic legal rulings. Although Islamic law recognizes scholarly disagreement (ikhtilāf) as an inherent feature of juristic reasoning, not every opinion possesses equal legal weight or qualifies for fatwa and judicial application. The identification of Qawl al-Shādh has therefore remained a crucial concern among classical and contemporary jurists, as its misuse may lead to legal inconsistency, ethical deviation, and the distortion of Sharīʿah objectives.This study critically examines the juristic and legal status of Qawl al-Shādh by exploring the principles employed by classical jurists to distinguish it from valid juristic disagreement. It analyzes the major criteria adopted by the four Sunni schools of law, including conformity with the Qur'an and Sunnah, juristic consensus (ijmāʿ), established legal principles, and the objectives of Islamic law (Maqāṣid al-Sharīʿah). The study further investigates the ethical boundaries governing the citation, adoption, and dissemination of irregular opinions, particularly in contemporary legal and social contexts where selective reliance on anomalous views may undermine legal certainty, public interest, and religious integrity.Adopting a qualitative and analytical methodology, this research is based on classical juristic literature, principles of uṣūl al-fiqh, and contemporary scholarly discussions. It argues that while Qawl al-Shādh retains academic value for comparative legal analysis and juristic development, it generally lacks normative authority for issuing fatwas or judicial rulings unless supported by compelling textual evidence or overriding public necessity recognized within the framework of Islamic legal theory.The study concludes that a sound understanding of the identification criteria and ethical limitations of Qawl al-Shādh is essential for preserving methodological integrity, promoting responsible legal reasoning, and preventing arbitrary or selective interpretations of Islamic law. The findings contribute to contemporary discussions on Islamic legal methodology by providing a balanced framework for evaluating minority juristic opinions while safeguarding the objectives and coherence of the Sharīʿah.


**Keywords:** *Qawl al-Shādh, Islamic Jurisprudence, Legal Methodology, Fatwa, Ikhtilāf, Ijmāʿ, Maqāṣid al-Sharīʿah, Islamic Legal Ethics, Juristic Authority.*

## تمہید

اسلامی فقہ کی امتیازی خصوصیت ہے کہ اس میں نصوصِ شرعیہ کی تعبیر و تشریح کے لیے اجتہاد اور اختلافِ رائے کی گنجائش موجود ہے۔ یہی اختلاف فقہی ذخیرے کی وسعت اور فکری تنوع کا مظہر ہے، تاہم ہر اختلاف یکساں حیثیت کا حامل نہیں ہوتا۔ فقہائے امت نے ان آراء کے مابین فرق کرتے ہوئے بعض کو راجح اور قابلِ اعتماد قرار دیا، جبکہ بعض کو دلائل کی کمزوری، جمہور کی مخالفت یا اجماعی اصولوں سے انحراف کی بنا پر "قولِ شاذ" کے زمرے میں شامل کیا۔ چنانچہ قولِ شاذ کی حقیقت، اس کی شناخت کے معیارات، فقہی و اصولی حیثیت اور اس کے اختیار کی اخلاقی حدود کا تعین اسلامی قانون کے اہم مباحث میں شمار ہوتا ہے۔ عصرِ حاضر میں مختلف فقہی آراء کے انتخاب (Talfiq and Selective Adoption) کے بڑھتے ہوئے رجحان نے اس موضوع کی اہمیت کو مزید اُجاگر کر دیا ہے، جس کے باعث یہ ضروری ہو گیا ہے کہ قولِ شاذ کی علمی بنیادوں اور اس کے استعمال کے شرعی ضوابط کا از سرِ نو تحقیقی جائزہ لیا جائے۔ زیرِ نظر مقالہ "قولِ شاذ" سے متعلق اسی اہم موضوع کا مطالعہ پیش کرتا ہے۔ اس میں فقہائے متقدمین و متاخرین کے اقوال، اصولِ فقہ کے قواعد اور معاصر علمی مباحث کی روشنی میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ قولِ شاذ کی تعریف کیا ہے، اس کی پہچان کن اصولوں کی بنیاد پر کی جاتی ہے اور فتویٰ، قضاء اور عملی زندگی میں اس کے استعمال کی شرعی و اخلاقی حدود کیا ہیں۔

"لفظ شاذ" کا استعمال علماء کے ہاں دو طرح سے ہوتا ہے، ایک شاذ کا استعمال عام معنی میں اور دوسرا نسبی معنی میں، یعنی کسی ایک فقہی مذہب میں تو یہ قول شاذ ہے لیکن دوسرے کے یہاں وہ قول صحیح قوی ہے، چنانچہ معنی عام اور نسبی کے درمیان نسبت عموم خصوص مطلق کی ہو گی یعنی ہر وہ جو شاذ عام معنی میں ہو گا وہ تمام مذاہب میں بھی شاذ ہو گا لیکن جو شاذ نسبی ہو گا وہ ضروری نہیں کسی دوسرے کے یہاں بھی شاذ ہو، چنانچہ اسی ہی کی تفصیل بیان کرنے کیلئے سب سے پہلے شاذ کی لغوی تعریف اور پھر اصطلاحی تعریف بیان کی جائے گی۔

## شاذ کا لغوی معنی و مفہوم

تہذیب اللغۃ میں ہے:

"فکل شیء منفرد عن ما یشابهه فهو شاذ" [1]

پس ہر وہ شے جو اپنی مشابہ شے سے جدا ہو جائے شاذ کہلاتی ہے۔

تاج اللغۃ و صحاح العربیۃ میں ہے:

"شذذ شذ عنه یشذ ویشذ شذوذا: انفرد عن الجمهور فهو شاذ واشذ غیره وشذاذ الناس الذین یکونون فی القوم ولیسوا من قبائلهم" [2]

"شذ ذ شذ عنہ یشذ ویشذ شذوذا" (لغت عربیہ میں اس شخص کیلئے بولا جاتا ہے) جو جمہور سے علیحدہ ہو جائے پس وہ شاذ ہے اور علیحدہ کر دیا اس کو اس کے غیر نے وشذاذ الناس ان کے لئے بولا جاتا ہے جو لوگ کسی قوم اور ان کے قبائل میں سے نہ ہوں۔

معجم مقاییس اللغۃ میں ہے:

"بان اصل الشین والذال یدل علی الانفراد والمفارقة، شذّ الشیء یشذ شذوذا" [3]

شین اور ذال کی اصل انفرادیت اور مفارقت پر دلالت کرتی ہے۔جیسا کہ کہا جاتا ہے: شذّ الشئی یشذ شذوذا۔

لغت عربیہ میں لفظ "شذوذ" متعدد معانی پر بولا جاتا ہے جن کے معنی باہم متقارب ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

**1۔التفرق:**

"ومنه قيل: شذاذ الناس متفرقومم" [4]

اسی سے کہاجاتا ہے "شذاذ الناس" یعنی لوگوں سے جدا ہونے والے۔

**2۔الغرابة والمفارقة:**

"ومنه قيل: **شذّاذ الناس**:" الذين ليسوا فی قبائلهم ولا منازلهم" [5]

اسی سے کہاجاتا ہے "شذّاذ الناس" یعنی کہ وہ جو نہ تو ان لوگوں کے قبائل میں سے ہوں نہ ہی ان کی قیام گاہوں میں سے ہوں۔

**3۔الابتعاد والتنحی:**

"وقال فی لسان العرب:ويقال شاذ ای متنح" [6]

لسان العرب میں ہے کہاجاتا ہے کہ شاذ یعنی کہ کٹنے والا۔

**4۔الخروج عن الجماعة:**

"قال ابن منظور: **ای** من شذّ منهم وخرج عن جماعته" [7]

ابن منظور نے کہا "ای من شذّمنهم "یعنی جو جماعت سے نکل جائے۔

اس کے علاوہ بھی اہل لغت نے معانی ذکر فرمائے ہیں جن پر شذوذ کا اطلاق کیا جاتا ہے، ظاہری اعتبار سے یہ تمام معانی مختلف نظر آتے ہیں لیکن حقیقتاً ان سے ایک ہی مفہوم نکلتا ہے اور وہ ہے انفرادیت اور مفارقت۔اسی پر اہل لغت کا اتفاق ہے۔

## "شاذ کا اصطلاحی معنی

لفظ "شاذ "بطور اصطلاح کئی فنون میں آیا ہے، ہر فن میں شاذ کی تعریف اسی فن کے اعتبار سے ہے وہ فنون جن میں شاذ بطور اصطلاح استعمال ہوا ہے ان فنون میں سے علم فقہ و اصولِ فقہ، علم قرات، علم اصول حدیث اور علم نحو وصرف ہیں۔ذیل میں بعض اصولیین کے ہاں اس کی اصطلاحی تعریف نقل کی جاتی ہے۔امام غزالی کے نزدیک شاذ کی تعریف کچھ یوں ہے:

"عبارة عن الخارج عن الجماعة بعد الدخول فيها" [8]

جماعت میں داخل ہو جانے کے بعد اس سے نکلنے والے کو شاذ کہتے ہیں۔

علامہ آمدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"الشاذ هو المخالف بعدالموافقة لا من خالف قبل الموافقة" [9]

موافقت کے بعد مخالفت کرنے والے کو شاذ کہتے ہیں نہ کہ اس کو جو کہ موافقت سے پہلے ہی مخالف ہو۔

امام زرکشی فرماتے ہیں:

"هو قول الواحد وترک قول الاكثر" [10]

وہ اکثر کے قول کو چھوڑنا اور ایک کے قول کو لینا ہے۔

امام غزالیؒ اور امام زرکشیؒ کی تعریف مانع نہیں ہے کیونکہ قول شاذ کی تعریف میں وہ بھی داخل ہو جاتا ہے جو شاذ نہیں ہے، جیسا کہ ابتداءً مانعین زکوۃ کے بارے میں صحابہ کا اختلاف اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منفرد ہونا۔ ابن حزم الظاہری کہتے ہیں:

"هو مخالفة الحق فكل من خالف الصواب فی مسئلة ما فهو فيها شاذا"[11]

حق کی مخالفت کو شذوذ کہا جاتا ہے اور کسی بھی مسئلہ میں حق کی مخالفت کرنے والے کو شاذ کہا جاتا ہے۔

لیکن یہ تعریف بھی جامع نہیں ہے کیونکہ یہ صرف شاذ کی بعض انواع کو شامل ہے۔ امام غزالیؒ نے المستصفیٰ میں امام الحرمین کے حوالے سے نقل فرمایا:

"الخارج عن الموافقة بالمخالفة"[12]

مخالفت کی وجہ سے موافقت سے نکلنے والے کو شاذ کہا جاتا ہے۔

یہ تعریف بھی جامع نہیں کیونکہ اس میں صرف اجماع کی مخالفت کا اعتبار کیا گیا ہے، حالانکہ نص قطعی کی مخالفت یا وہ قول جس کی کوئی دلیل نہ ہو اس کو بھی شاذ کہا جاتا ہے۔ لیکن معاصرین میں سے "ڈاکٹر احمد بن علی بن احمد المبارکی" نے جو تعریف کی وہ جامع اور مانع ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"التفرد بقول مخالف للسواد الاعظم من المجتهدين بلا مستند سماعی او قياس او حجة معتبرة"[13]

قول شاذ وہ تفرد ہے جو مجتہدین کے سواد اعظم کے مخالف ہو اور اس تفرد کی کوئی دلیل سمعی، عقلی یا کوئی معتبر حجت نہ ہو۔

چنانچہ یہ تعریف شاذ کی تمام انواع کو شامل ہے۔ علماء قول شاذ کی تعبیر لفظ شاذ کے علاوہ دوسرے الفاظ سے بھی کرتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں ان میں سے بعض الفاظ تو وہ ہیں جن کا استعمال شاذ کی جگہ بکثرت ہے اور کچھ کا استعمال قلیل ہے۔

وہ الفاظ جو کثیر الاستعمال ہیں ان میں "الباطل۔ المحال۔ الغلط۔ خطاء "اور وہ الفاظ جو قلیل الاستعمال ہیں ان میں "غريب ۔ الشغب ۔ العناد۔ اللحاج"[14] شامل ہیں۔

## شاذ کی تعریف فقہاء کی اصطلاح میں

احناف و مالکیہ کے نزدیک شاذ کی تعریف کچھ یوں ہے:

"يطلق القول الشاذ فی اصطلاح الحنفية والمالكية علی ماكان مقابلا للمشهوراو الرجح او الصحيح، ای: انه الرای الغريب المرجوح او الضعيف"[15]

اصطلاح حنفیہ اور مالکیہ میں شاذ کا اطلاق ایسے قول پر ہوتا ہے جو مشہور یا راجح یا صحیح کے مقابل ہو یعنی وہ شاذ قول رائے غریب مرجوح یا ضعیف ہوتی ہے۔

مثال کے طور پر جیسا کہ عندالاحناف امرد اگر نماز میں کسی بالغ شخص کے مقابل ہو تو اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی لیکن احناف کے ایک قول کے مطابق فاسد ہو جائے گی اور یہ قول شاذ ہے کیونکہ اس قول پر کوئی دلیل نہیں ہے۔[16]

حنابلہ شاذ کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"واطلق الحنابلة الشاذ علی القول الذی يخالف قول جمهور اهل العلم والحجة المعتبرة،وهو قول ضعيف لايعول عليه،لكونه لم يستندالی دليل يعتمد عليه"[17]

حنابلہ نے لفظ شاذ کا اطلاق اس قول پر کیا جو جمہور اہل علم کے قول اور دلیل معتبر کے خلاف ہو اور یہ قول ضعیف ہے جس پر اعتبار نہیں کیا جائے گا چونکہ اس کا استناد ایسی دلیل پر ہے جس پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔

مثال کے طور پر مرض موت میں مولیٰ کا آزاد کرنا حکماً وصیت ہے جو کہ ثلث مال سے زائد جائز نہیں، سوائے اس صورت کے کہ جس میں ورثاء جائز قرار دیدیں۔ یہی جمہور فقہاء کا قول ہے لیکن ایک قول امام مسروقؒ سے منقول ہے ایسے شخص کے بارے میں جو مرض موت میں اپنے غلام کو آزاد کرے اور اس کے علاوہ کوئی مال اس کے پاس نہ ہو تو امام مسروقؒ کہتے ہیں کہ میں اسے جائز قرار دیتا ہوں کہ ایسی شے جس کو معتق نے اللہ کیلئے کر دیا میں اسے رد نہیں کروں گا یہ قول شاذ ہے جو اثر اور نظر کے مخالف ہے۔[18]

شوافع کے نزدیک شاذ کی تعریف یہ ہے:

"واطلق الشافعية القول الشاذ بمقابل القول المشهور، وبمقابل المذهب، وهو عندهم القول الغريب الضعيف ايضا"[19]

شوافع کے ہاں قول شاذ اسے کہتے ہیں جو قولِ مشہور اور مذہب کے مقابل ہو اور یہ اِن کے نزدیک قول غریب و ضعیف ہے۔

مثال کے طور پر غسل کا وجوب اور تمام وہ احکام جو جماع سے متعلق ہیں ان میں شرط ہے کہ مکمل حشفہ فرج میں غائب ہو چکا ہو، حشفہ سے زائد شرط نہیں ہے اور بعض حشفہ کے غائب ہونے کے ساتھ احکام میں سے کوئی شے متعلق نہیں ہوگی اور یہ مسئلہ تمام طرق میں متفق ہے سوائے ایک رائے کے جس کو علامہ دارمیؒ اور علامہ رافعیؒ نے ابن کج سے حکایت کیا کہ بعض حشفہ کا غائب ہونا تمام کے غائب ہونے کی طرح ہے لیکن یہ قول انتہائی شاذ اور ضعیف ہے۔[20] اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ کبھی تو فقہاء شاذ کا اطلاق ایسے قول پر کرتے ہیں جو کہ راجح، مشہور یا صحیح کے مقابل ہو لیکن کبھی ایسے قول پر کرتے ہیں جو امت کے جمہور سلف و خلف کے مخالف ہوتا ہے۔ جس کی مثال ابن قدامہ علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب میں ذکر کی ہے کہ:

"قال ابن المنذر وابن عبدالبر أجمع اهل العلم على ان دية المرأة نصف دية الرجل وحكى غيرهما عن ابن علية والاصم انهما قالا ديتها كدية الرجل لقوله ﷺ" فِي النَّفْسِ الْمُؤْمِنَةِ مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ "وهذا قول شاذ يخالف اجماع الصحابة وسنة النبى ﷺ"[21]

ابن منذرؒ اور ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے مقابلے میں آدھی ہے ان دو حضرات (ابن منذر اور ابن عبد البر) کے علاوہ نے ابن علیاؒ اور اصمؒ سے حکایت نقل کی کہ ان کے نزدیک عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے چونکہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "کہ ایک مؤمنہ عورت کی دیت سو اونٹ ہیں" اور یہ قول شاذ ہے جو کہ صحابہ کے اجماع اور حضور ﷺ کی سنت کے خلاف ہے۔

## قولِ شاذ کو جاننے کے اصول

قولِ شاذ مختلف معانی میں مستعمل ہے، چنانچہ اسے پہچاننے کے طرق بھی مختلف ہیں، جن کی مختصر وضاحت درج ذیل ہے:

### شاذ بمعنیٰ نسبی

جیسا کہ پیچھے گزر چکا کہ شاذ بمعنیٰ نسبی کہ جو کبھی تو مذہب کے اعتبار سے شاذ ہوتا ہے، جیسے ایک ہی مذہب میں بطور راجح یا مشہور کے مقابل ہونے کی وجہ سے شاذ کہلاتا ہے اور زمانہ کے اعتبار سے بھی شاذ کہلانے والا قول اسی معنی میں داخل ہے، شاذ بمعنی

نسبی جاننے کے کچھ اصول ہیں جو مذاہب اربعہ کے اعتبار سے بیان کئے جائیں گے۔

### شاذ عند الاحناف

1. ایسا مسئلہ جس پر مذہب کے تمام فقہاء کا اتفاق ہو اس کے مخالف قول کو شاذ کہا جاتا ہے۔
2. ایسا قول جو فقہاءِ مذہب کے تصحیح شدہ قول کے مخالف ہو شاذ کہلاتا ہے۔
3. ایسا قول جو کسی ایسے قول کے خلاف ہو جس پر فقہاء مذہب نے علیہ الفتوی یا علیہ العمل یا کسی ایسے لفظ کا اطلاق کیا ہو جو کہ قوت و ترجیح پر دال ہو، شاذ کہلاتا ہے۔

### شاذ عند المالکیہ

ان کے نزدیک ایسا قول جو مشہور یا راجح قول کے خلاف ہو شاذ کہلاتا ہے اور مشہور ان کے ہاں تین معنوں میں منحصر ہے:

1. مشہور وہ ہوتا ہے جس کی دلیل قوی ہو۔
2. جس کے قائل کثیر ہوں وہ مشہور ہے۔
3. مذہبِ مدوّن کا قول مشہور کہلاتا ہے۔

### شاذ عند الشافعیہ

1. ایسا قول جو جمہور کے خلاف ہو شاذ کہلاتا ہے۔
2. ایسا قول جو قول راجح کے خلاف ہو شاذ کہلاتا ہے۔
3. وہ قول جو امام شافعی علیہ الرحمہ کی نص کے خلاف ہو شاذ کہلاتا ہے۔

### شاذ عند الحنابلہ

1. وہ قول جو مذہب کے جمہور علماء کے خلاف ہو شاذ کہلاتا ہے۔
2. وہ قول جو مطلقاً جمہور کے خلاف ہو۔
3. وہ قول جو صریح قول کے خلاف ہو شاذ کہلاتا ہے۔[22]

### شاذ بمعنیٰ عام

جیسا کہ گزر گیا کہ شاذ بمعنیٰ عام اس قول کو کہا جاتا ہے جو حق کے خلاف ہو، ظاہر ہے کہ حق کے مقابل باطل ہوتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا قول ہی باطل ہے، پھر شاذ بمعنی عام کو جاننے کے کچھ اصول ہیں جن کو ذکر کیا جاتا ہے۔

1. جب کوئی قول نصوص صحیحہ جو کہ صریح ہوں، کے خلاف ہو۔
2. جب کوئی قول ایسے مسئلہ کے خلاف ہو کہ جس پر اجماع ہو چکا ہو۔
3. کسی قول میں ماخذ کے ضعیف ہونے کے سبب جب کوئی کم تعداد پر مبنی گروہ عام اہل علم کے خلاف ہو جائے۔
4. جب کوئی قول شریعت کے اصول اور قواعد عامہ کے خلاف ہو۔
5. ایسا قول جس کو علماء نے ترک کر دیا اور نہ ہی اس پر علماء کا عمل جاری ہو۔[23]

مذکورہ کلام سے واضح ہو گیا کہ لفظ شاذ اہل لغت کے ہاں کس معنی میں بولا جاتا ہے اور اصطلاح اصولیین اور اصطلاح فقہاء

میں کس قول پر اِس کا اطلاق ہوتا ہے، لیکن اس کا حکم جاننے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ شاذ کی اقسام بیان کر دی جائیں جن اقسام کو الشذوذ فی الآراء الفقہیة میں عبد العزیز حماد نے بیان کیا۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

## پہلی قسم

"شذوذ ثابت مستديم ،أي أن نسبته الى من نسب اليه ثابتته عنه ومستديمة" [24]

شذوذ ثابت مستدیم یعنی جس کی طرف اس شاذ کی نسبت ہے، تو نسبت ثابتہ اور مستدیمہ (یعنی جس سے رجوع ثابت نہ ہو) ہو۔

مثال کے طور پر ابو ثور علیہ الرحمہ کے نزدیک زنا میں غلاموں کی گواہی مقبول ہے۔ جیسا کہ المغنی مع الشرح میں ہے:

"انفرد ابى ثور رحمه الله بالقول بقبول شهادة العبيد فى الزنا" [25]

ابو ثورؒ غلاموں کی زنا میں گواہی کے قبول ہونے میں منفرد ہیں۔

## دوسری قسم

"شذوذ لم يثبت بل حكى حكاية ضعيفة" [26]

ایسا شذوذ جو ثابت نہ ہو بلکہ حکایۃً ضعیف ہو۔

اس کی مثال ابن قدامہ کے حوالے سے یہ ہے کہ عام اہل علم کے نزدیک چوری میں ہاتھ کاٹنے کیلئے شرط ہے کہ چور محفوظ مقام سے چوری کرے اور اُس مقام سے مال کو نکالے لیکن ایک قول کے مطابق محفوظ مقام سے نکالنا شرط نہیں بلکہ مال جمع کرنا ہی ہاتھ کاٹنے کیلئے کافی ہے جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، امام حسنؒ اور امام نخعیؒ سے حکایۃً منقول ہے۔ [27] لیکن یہ قول ان حضرات سے صحیح ثابت نہیں ہے بلکہ روایتاً ضعیف ہے۔

## تیسری قسم

"شذوذ رجع عنه صاحبه" [28]

ایسا قول شاذ جس کے قائل نے اُس سے رجوع کر لیا ہو۔

## مثال

"رجوع ابن عباس رضى الله عنهما عن القول بجوازرباالفضل وهى مسئلة الصرف المشهورة" [29]

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ربا الفضل کے جواز کے قول سے رجوع کرنا اور یہی صرف کا مسئلہ مشہورہ ہے۔

## چوتھی قسم

"شذوذمتردد فيه اذ ورد عمن نسب اليه رواية اخرى توافق الجماعة" [30]

ایسا قول شاذ جس میں تردد ہو کیونکہ اس کے قائل سے دوسری روایت ثابت ہے جو جماعت سے موافق ہے۔

مثال کے طور پر سعید بن مسیب علیہ الرحمہ سے ایک روایت کے مطابق مجوسی کا شکار اور اس کا ذبیحہ مباح ہے لیکن دوسری روایت کے مطابق حرام ہے جو کہ جماعت کے موافق ہے۔ [31]

## پانچویں قسم

"شذوذ مؤل اى ان ما ظاهره الشذوذ له حقيقة صحيحة غير منفردة عن الجماعة" [32]

ایسا قول شاذ جو کہ مؤَل ہو یعنی ظاہر میں تو وہ شاذ ہو لیکن حقیقت صیحہ کے مطابق جماعت کے موافق ہو۔

مثال کے طور پر علماء علیہم الرحمہ کا اجماع ہے کہ بندہ پر حرام ہے کہ وہ اپنی ایسی لونڈی سے وطی کرے جس کے فاجرہ ہونے کا اسے علم ہو لیکن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فاجرہ لونڈی سے وطی کرنے میں رخصت کا قول کرتے تھے اور وہ روایت کیا گیا ابن مسیب علیہ الرحمہ سے، پس اس کی کیا وجہ ہے اور کیا تاویل ہے؟ ابن قدامہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں شاید جس نے اسے مکروہ جانا تو اس کے نزدیک استبراء سے پہلے مکروہ ہے یا اُس وقت مکروہ ہے جب اس سے شادی نہ کی ہو یا پھر اسے فسق و فجور سے روکتا نہ ہو اور جس نے اس کو مباح جانا اس کے نزدیک اس وقت مباح ہے جب وہ لونڈی اس کی بیوی ہو یا اسے فسق و فجور سے روکتا ہو پس دونوں قول متفق ہیں۔[33]

### چھٹی قسم

”شذوذ منقرض ای ان الرأی الشاذ وجد فترة من الزمن ثم هجر وترک فانقرض ولم يعلم احد قال به بعد ذلک“ [34]

ایسا شذوذ جو ختم ہو چکا ہو یعنی ایسی شاذ رائے جو زمانہ فترت میں پائی گئی پھر روک دیا گیا اور چھوڑ دیا گیا تو پس وہ ختم ہو گئی اور اس کے بعد کوئی ایسا نہ جانا گیا ہو جو یہ قول کرے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ جب دشمن پر کوئی قبضہ پالے تو اس کو آگ میں جلانا جائز نہیں ہے بغیر کسی اختلاف کے، لیکن ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرتدوں کو آگ میں جلانے کا حکم دیا کرتے تھے اسی کو خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے حکم سے کیا، بہر حال فی زمانہ میں نہیں جانتا کہ اس بارے میں لوگوں کے درمیان کوئی اختلاف ہو۔[35]

### قولِ شاذ اور تلفیق

قولِ شاذ اور تلفیق کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے کبھی قولِ شاذ ہو گا لیکن تلفیق نہیں ہو گی اور کبھی تلفیق ہو گی اور قولِ شاذ نہیں ہو گا اور کبھی دونوں ایک ساتھ جمع ہونگے۔

### قولِ شاذ اور رخص مذاہب کے درمیان فرق

رخص مذاہب اور اقوال شاذہ کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے چونکہ کبھی رخصت قول شاذ ہوتی ہے اور کبھی قول شاذ نہیں ہوتی اسی طرح معاملہ قول شاذ کا ہے کبھی تو قول شاذ ایسا ہوتا ہے کہ جس میں رخصت موجود ہوتی ہے لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جس میں رخصت موجود نہیں ہوتی محض شاذ ہوتا ہے۔[36] اسی طرح قولِ شاذ اور اتباعِ ہویٰ میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔

### قول شاذ اور ضعیف کے درمیان فرق

قول شاذ اور قول ضعیف کے مابین عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے، نظر عمیق سے اگر دیکھا جائے تو تمام فنون میں جہاں جہاں شاذ بطور اصطلاح استعمال ہوا ہے وہاں وہاں ضعیف اور شاذ کے درمیان یہی نسبت پائی جاتی ہے۔ اس کے متعلق ہم کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں جس سے روز روشن کی طرح یہ نسبت واضح ہو جائے گی۔

1. محدثین کی اصطلاح میں شاذ حدیث ضعیف کی انواع میں سے ایک نوع ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر شاذ ضعیف ضرور ہے لیکن ہر ضعیف شاذ نہیں جیسا کہ ”علوم الحدیث“ میں ہے:

"فالحديث الضعيف اعم من الشاذ فقد يكون الضعف بسبب الشذوذ،وقديكون ضعيفا بسبب الارسال او الانقطاع اوغيرهما من العلل" [37]

پس حدیث ضعیف شاذ سے عام ہے، پس کبھی ضعف شذوذ کے سبب ہوتا ہے اور کبھی حدیث ضعیف ہوتی ہے ارسال کے سبب یاانقطاع کے سبب یاان دونوں کے علاوہ کسی اور علت کے سبب۔

2. ضعیف علماء شریعت کے نزدیک بھی شاذ سے عام ہے، بلکہ قریب ہے کہ شاذ کو ضعیف کی دوسری قسم قرار دیدیا جائے یعنی ضعیف مدرک (ضعیف کی دو قسمیں ہیں: ضعیف نسبی۔ضعیف مدرک)اصول الفتوى والقضاء فى المذهب المالكى میں ہے:

"ويلاحظ ان القول الضعيف يعتبر مرجوحا بالنسبة لموازنة ادلة الاقوال بعضها ببعض فيقدم مادليله اقوى على ما دليله اضعف او على الذى لادليل له واما القول الشاذ فقد يكون دليله قويا الا ان صفة التفرد لم تقو أمام مقابله وهو المشهور" [38]

ملاحظہ کیا گیا کہ قول ضعیف کو مرجوح تعبیر کیا جاتا ہے اقوال کے ادلہ میں موازنہ کرتے ہوئے بعض کا بعض کے ساتھ پس جس کی دلیل زیادہ قوی ہوتی ہے اسے اضعف پر مقدم کر دیا جاتا ہے یا ایسے قول پر مقدم کیا جاتا ہے جس کی کوئی دلیل ہی نہ ہو بہر حال قول شاذ کبھی تو اس کی دلیل قوی ہوتی ہے لیکن تفرد کی صفت کی وجہ سے اپنے مقابل کے سامنے قوی نہیں ہو سکتا اور وہ مقابل مشہور ہے۔

3. ضعیف اہل لغت کے ہاں بھی شاذ سے عام ہے، چونکہ شاذ محض قیاس کی مخالفت سے متعلق ہوتا ہے بر خلاف ضعیف کے کہ ضعیف تمام ان قواعد جن کا قیاس میں اعتبار کیا جاتا ہے ان کی مخالفت سے متعلق ہوتا ہے۔

## قولِ شاذ کا حکم

شاذ رائے مسائل شرعیہ میں قول باطل ہے، اس لئے کہ وہ ایسا قول ہے جس پر کوئی دلیل نہیں بلکہ اکثر اس میں دلیل قطعی کی مخالفت ہوتی ہے۔بعض علماء نے قول شاذ کو رائے باطل سے تعبیر فرمایاہے۔التحبير شرح التحرير میں ہے:

"غالب المسائل التى حكموا عليها بالفساد اذاكانت مختلفا فيها بين العلماء والتى حكموا عليها بالبطلان اذا كانت مجمعا عليها او الخلاف فيها شاذ" [39]

اکثر ایسے مسائل جو علماء کے درمیان مختلف فیہ ہوتے ہیں ان پر فساد کا حکم لگایا جاتا ہے اور وہ مسائل جو مجمع علیہ ہوں ان کے خلاف پر بطلان کا حکم لگایا جاتا ہے یا بر خلاف قول شاذ ہوں تو ان پر بھی بطلان کا حکم لگایا جاتا ہے۔

اصول فقہ کے کثیر علماء نے فرمایا کہ رائے شاذ غیر معتبر ہے، چونکہ ایسی رائے اقوال معتبرہ کے معارض نہیں ہو سکتی اور یہ ایسی رائے ہے کہ جو توجہ کی اہل نہیں اور نہ ہی غور و فکر کرنے کی اہل ہے۔علامہ قرافی فرماتے ہیں:

"كل شىء افتى فيه المجتهد فخرجت فتياه فيه على خلاف الاجماع او القواعد او النص او القياس الجلى السالم عن المعارض الراجح لايجوز لمقلده ان ينقله للناس ولا يفتى به فى دين الله تعالى" [40]

پس ہر وہ شے جس میں مجتہد فتویٰ دے اور اس کا فتویٰ اجماع یا قواعد یا نص یا قیاس جلی جو کہ راجح معارض سے سالم ہو اس کے مخالف ہو تو مقلد کیلئے جائز نہیں کہ وہ اس فتویٰ کو لوگوں کی طرف منتقل کرے اور اللہ تعالیٰ کے

دین میں اس پر فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔

اسی طرح بعض اہل علم نے مذہب سے رائے شاذ کی طرف جانا مکروہ قرار دیا، چونکہ کبھی رائے شاذ کی طرف جانا فتنہ کا باعث بنتا ہے۔ حاصل یہ کہ رائے شاذ قول باطل ہے چونکہ بعض حضرات نے اسے غیر معتبر سے، بعض نے لایعرج علیه سے، بعض نے لایعتد به سے، بعض نے لایلتفت الیه سے موصوف کیا، جو اس بات کا افادہ دیتی ہے کہ رائے شاذ باطل کی حیثیت رکھتی ہے۔

## قول شاذ پر فتویٰ دینے کا حکم

علماء کرام نے اس بات پر صراحت کی ہے کہ قول شاذ پر فتویٰ دینا یا قضاء کرنا یا عمل کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ فتویٰ قول راجح یا قول مشہور پر دیا جاتا ہے حتی کہ علامہ باقلانی نے اس پر اہل علم کا اجماع نقل فرمایا:

"اجمعوا علی انه لایحل لمن شذفی اشیاء من العلم ان یفتی" [41]

اجماع ہے علماء کا اس بات پر کہ جو شخص قول شاذ کے ذریعے اہل علم سے جدا ہوا کسی مسئلہ میں تو اسے اس قول پہ فتویٰ دینا حلال نہیں ہے۔

علامہ قرافی نے اقوال شاذہ پر فتویٰ دینا حرام قرار دیا:

"کل شیء افتی فیه المجتهد فخرجت فتیاه فیه علی خلاف الاجماع او القواعد او النص اوالقیاس الجلی السالم عن المعارض الراجح لایجوز لمقلده ان ینقله للناس ولا یفتی به فی دین الله تعالی فان هذا الحکم لوحکم به حاکم لنقضناه" [42]

پس ہر وہ شے جس میں مجتہد فتویٰ دے اور اس کا فتویٰ اجماع یا قواعد یا نص یا قیاس جلی جو کہ راجح معارض سے سالم ہو اس کے مخالف ہو تو مقلد کیلئے جائز نہیں کہ وہ اس فتویٰ کو لوگوں کی طرف منتقل کرے اور اللہ تعالیٰ کے دین پر اس پر فتویٰ نہیں دیا جاتا بیشک یہ حکم جو ہے اگر اس کے ساتھ حاکم فیصلہ کرے تو ہم اسے ضرور بالضرور توڑ دیں گے۔

ان جیسی تمام نصوص جن میں قول شاذ پر فتویٰ دینا بغیر کسی تفصیل کے منع کیا گیا ہے اس سے مراد شاذ بمعنی عام مراد ہے جس کی سیر حاصل گفتگو ہم کر چکے لیکن اگر شاذ بمعنی نسبی کی بات کی جائے تو اس بارے میں کچھ تفصیل ہے۔ شاذ بمعنی نسبی، شاذ بمعنی عام سے مختلف ہے جس طرح ہم نے شاذ بمعنی عام پر قول باطل کا اطلاق کیا اسی طرح شاذ بمعنی نسبی پر قول باطل کا اطلاق درست نہیں، چونکہ اس میں اختلاف کا مبنی عناد اور حق کی مخالفت نہیں ہوتا بلکہ یہاں پر اختلاف کا مبنیٰ اجتہاد و نظر، قواعد اصولیہ و فقہیہ اور علل و احکام کے مناط میں مختلف ہونا ہے، اسی کو اشارۃً ہم شاذ بمعنی نسبی کی وضاحت میں ذکر کر چکے ہیں۔

## حکم: (شاذ بمعنیٰ نسبی)

شاذ بمعنیٰ نسبی مشہور یا راجح یا صحیح یا جمہور کے خلاف قول کو کہا جاتا ہے اور اس بات پر فقہاء کی صراحت ہے کہ فتویٰ مشہور، راجح اور صحیح قول پر ہو گا نہ کہ ضعیف و شاذ قول پہ۔ علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"ان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جهل وخرق للاجماع" [43]

قول مرجوح پر قضاء یا فتویٰ دینا جہالت ہے اور اجماع کی بے حرمتی کرنا ہے۔

فتح العلی المالک میں ہے:

"ان العدول عن المشهور او ما رجحه شیوخ المذهب المالکی من ضعف العلم وقلة الدین وهذا

هوالحق" [44]

مشہور قول یا جس کو مذہب مالکی کے شیوخ نے راجح قرار دیا ہو اس سے عدول کرنا علم کے ضعیف اور دین کے کم ہونے کی علامت ہے اور یہی حق ہے۔

ایسے ہی شوافع کے ہاں قول شاذ و ضعیف پر قضاء و فتویٰ منع ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

"قال العلامة شرنبلالی فی رسالته (العقد الفرید فی جواز التقلید) :مقتضی مذهب الشافعی کماقاله السبکی منع العمل بالقول المرجوح فی القضاء والافتاء دون العمل لنفسه" [45]

علامہ شرنبلالی اپنے رسالہ "العقد الفرید فی جواز التقلید" میں فرماتے ہیں مذہب شافعی کا مقتضا جیسا کہ علامہ سبکی نے فرمایا کہ قضاء و فتویٰ میں قول مرجوح پر عمل کرنا منع ہے لیکن فی نفسہٖ عمل کرنا منع نہیں۔

ہاں اتنا ضرور ہے کہ عند الاحناف قضاء و فتویٰ کے علاوہ فی نفسہٖ عمل کرنا بھی منع ہے۔ لیکن کبھی ضرورت کی وجہ سے شاذ و ضعیف قول پہ قضاء و فتویٰ دیا جاتا ہے، اسی وجہ سے اقوال شاذ و ضعیف کو معتمد اقوال کے مقابل میں بیان کیا جاتا ہے تا کہ عند الضرورۃ ان پر قضاء و فتویٰ دیا جائے۔ ردالمحتار میں ہے:

"قلت: لکن هذا فی غیر موضع الضرورة فقد ذکر فی حیض البحر فی بحث الوان الدماء اقوالا ضعیفا ثم قال لوافتی مفت بشئ من هذه الاقوال فی مواضع الضرورة طلبا للتیسر کان حسنا۔ وکذاقول ابی یوسف فی لمنی اذا خرج بعد فتور الشهوة لایجب به الغسل ضعیف واجازوا العمل به للمسافر او الضیف الذی خاف الریبة" [46]

علامہ شامی فرماتے ہیں (قول ضعیف و شاذ پر فتویٰ و قضاء منع کرنے کے بعد) یہ حکم اس وقت ہے جب ضرورت متحقق نہ ہو پس "بحر" کی حیض کی فصل میں خون کے رنگوں پر بحث کرتے ہوئے اقوال ضعیفہ کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اگر کوئی مفتی مواضع ضرورت میں آسانی چاہتے ہوئے ان اقوال میں سے کسی قول پر فتویٰ دے تو یہ اچھا ہے اسی طرح امام ابو یوسف کا قول اس منی کے بارے میں جو کہ شہوت کے ختم ہو جانے کے بعد نکلے اس سے غسل واجب نہ ہو گا یہ ضعیف ہے لیکن علماء نے مسافر اور مہمان کیلئے جو کہ تہمت کا خوف کرتا ہو اس پر عمل کرنا جائز قرار دیا ہے (چونکہ یہ موضع ضرورت ہے)۔

## خلاصہ کلام

زیرِ نظر تحقیقی مقالے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قولِ شاذ کو دو اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے: شاذ نسبی اور شاذ بمعنی عام۔ شاذ نسبی ایسی ضعیف فقہی رائے ہے جسے بعض حالات میں ضرورت، حاجت یا راجح مصلحت کے تحت اختیار کیا جا سکتا ہے، جبکہ شاذ بمعنی عام وہ قول ہے جو قطعی دلائل، اجماعِ امت یا مسلمہ شرعی اصولوں سے متصادم ہو، اس لیے وہ شرعاً مردود ہے اور اس پر عمل کی کوئی گنجائش نہیں۔

---------------------------

## References


1 al-Azharī, Muḥammad ibn Aḥmad, *Tahdhīb al-Lughah*, ed. Muḥammad ʿAwaḍ Murʿib (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 2001), 11:271.
2 al-Jawharī, Ismāʿīl ibn Ḥammād, *Tāj al-Lughah wa Ṣiḥāḥ al-ʿArabiyyah* (Beirut: Dār al-ʿIlm li al-Malāyīn, 1987), 3:127.
3 Ibn Fāris, Aḥmad ibn Fāris, *Maqāyīs al-Lughah*, ed. ʿAbd al-Salām Muḥammad Hārūn (Beirut: Dār al-Fikr, 1979), 3:180.
4 al-Farāhīdī, al-Khalīl ibn Aḥmad, *Kitāb al-ʿAyn*, ed. Mahdī al-Makhzūmī and Ibrāhīm al-Sāmarrāʾī (Beirut: Dār wa-Maktabat al-Hilāl, 1988), 6:215.
5 al-Fayrūzābādī, Majd al-Dīn Muḥammad ibn Yaʿqūb, *al-Qāmūs al-Muḥīṭ* (Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 2005), 1:354.
6 Ibn Manẓūr, Muḥammad ibn Mukarram, *Lisān al-ʿArab* (Beirut: Dār Ṣādir, 1414 AH), 3:2220.
7 Ibid., 3:2219.
8 al-Ghazālī, Abū Ḥāmid Muḥammad ibn Muḥammad, *al-Mustaṣfā min ʿIlm al-Uṣūl*, ed. Muḥammad Sulaymān al-Ashqar (Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 1997), 2:345.
9 al-Āmidī, Abū al-Ḥasan Sayf al-Dīn ʿAlī ibn Abī ʿAlī, *al-Iḥkām fī Uṣūl al-Aḥkām* (Beirut: al-Maktab al-Islāmī, 1982), 1:298.
10 al-Zarkashī, Badr al-Dīn Muḥammad ibn Bahādur, *al-Baḥr al-Muḥīṭ fī Uṣūl al-Fiqh* (Kuwait: Wizārat al-Awqāf wa al-Shuʾūn al-Islāmiyyah, 1992), 6:489.
11 Ibn Ḥazm, Abū Muḥammad ʿAlī ibn Aḥmad, *al-Iḥkām fī Uṣūl al-Aḥkām* (Beirut: Dār al-Āfāq al-Jadīdah, n.d.), 5:82.
12 al-Ghazālī, *al-Mustaṣfā*, 2:345.
13 al-Mubārakī, Aḥmad ibn ʿAlī ibn Aḥmad Sayr, *al-Qawl al-Shādh wa Atharuhu fī al-Futyā* (Saudi Arabia: Dār al-ʿIzzah li al-Nashr wa al-Tawzīʿ, 2002), 75.
14 ʿAbd al-ʿAzīz ibn ʿAbd Allāh ibn ʿAlī, *al-Ārāʾ al-Shādhdhah fī Uṣūl al-Fiqh* (Riyadh: Dār al-Tadmuriyyah; Beirut: Dār Ibn Ḥazm, 2010), 1:91.
15 *al-Mawsūʿah al-Fiqhiyyah al-Kuwaytiyyah* (Kuwait: Wizārat al-Awqāf wa al-Shuʾūn al-Islāmiyyah, 1983–2006), 25:357.
16 Ibn Nujaym, Zayn al-Dīn ibn Ibrāhīm, *al-Baḥr al-Rāʾiq Sharḥ Kanz al-Daqāʾiq* (Beirut: Dār al-Kitāb al-Islāmī, n.d.), 1:376.
17 Ibn Qudāmah, Muwaffaq al-Dīn ʿAbd Allāh ibn Aḥmad, *al-Mughnī* (Riyadh: Dār ʿĀlam al-Kutub, 1997), 7:296.
18 Ibid., 8:563.
19 al-Nawawī, Yaḥyā ibn Sharaf, *al-Majmūʿ Sharḥ al-Muhadhdhab* (Beirut: Dār al-Fikr, n.d.), 6:566.
20 Ibid., 2:151.
21 Ibn Qudāmah, *al-Mughnī*, 8:314.
22 Murād, Faḍl ibn ʿAbd Allāh, *Ḥukm al-ʿAmal bi al-Qawl al-Shādh min al-Futyā* (Qatar: Dār Kulliyyat al-Sharīʿah wa al-Dirāsāt al-Islāmiyyah, 2005), 207–211.
23 al-Mubārakī, *al-Qawl al-Shādh wa Atharuhu fī al-Futyā*, 76.
24 al-Ḥammād, Ḥamad ibn Ḥammād ibn ʿAbd al-ʿAzīz, *al-Shudhūdh fī al-Ārāʾ al-Fiqhiyyah* (PhD diss., Jāmiʿat al-Imām Muḥammad ibn Suʿūd al-Islāmiyyah, Riyadh, 2001), 131.
25 Ibn Qudāmah, *al-Mughnī maʿa al-Sharḥ al-Kabīr* (Cairo: Hajr, 1995), 12:5.
26 al-Ḥammād, *al-Shudhūdh fī al-Ārāʾ al-Fiqhiyyah*, 131.
27 Ibn Qudāmah, *al-Mughnī maʿa al-Sharḥ al-Kabīr*, 10:249.
28 al-Ḥammād, *al-Shudhūdh fī al-Ārāʾ al-Fiqhiyyah*, 132.
29 Ibn Qudāmah, *al-Mughnī maʿa al-Sharḥ al-Kabīr*, 4:123.
30 al-Ḥammād, *al-Shudhūdh fī al-Ārāʾ al-Fiqhiyyah*, 132.
31 Ibn Qudāmah, *al-Mughnī maʿa al-Sharḥ al-Kabīr*, 11:38.
32 al-Ḥammād, *al-Shudhūdh fī al-Ārāʾ al-Fiqhiyyah*, 133.
33 Ibn Qudāmah, *al-Mughnī maʿa al-Sharḥ al-Kabīr*, 7:519.
34 al-Ḥammād, *al-Shudhūdh fī al-Ārāʾ al-Fiqhiyyah*, 137.
35 Ibn Qudāmah, *al-Mughnī*, 10:502.
36 al-Mubārakī, *al-Qawl al-Shādh wa Atharuhu fī al-Futyā*, 135.
37 Ibn al-Ṣalāḥ, ʿUthmān ibn ʿAbd al-Raḥmān, *ʿUlūm al-Ḥadīth* (Damascus: Dār al-Fikr, 1986), 42.
38 Riyāḍ, Muḥammad, *Uṣūl al-Futyā wa al-Qaḍāʾ fī al-Madhhab al-Mālikī* (Casablanca: al-Maṭbaʿah al-Najāḥ al-Jadīdah, 2002), 543.
39 Ibn Amīr al-Ḥāj, Muḥammad ibn Muḥammad, *al-Taqrīr wa al-Taḥbīr* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1983), 3:1111.

40 al-Qarāfī, Shihāb al-Dīn Aḥmad ibn Idrīs, *al-Furūq* (Beirut: ʿĀlam al-Kutub, 1998), 2:109.

41 Ibn Ḥajar al-ʿAsqalānī, Aḥmad ibn ʿAlī, *Fatḥ al-Bārī bi Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Beirut: Dār al-Maʿrifah, 1379 AH), 9:474.

42 al-Qarāfī, *al-Furūq*, 2:109.

43 Ibn ʿĀbidīn, Muḥammad Amīn ibn ʿUmar, *Radd al-Muḥtār ʿalā al-Durr al-Mukhtār* (Beirut: Dār al-Fikr, 1992), 3:508.

44 ʿAlīsh, Muḥammad ibn Aḥmad, Abū ʿAbd Allāh al-Mālikī, *Fatḥ al-ʿAlī al-Mālik fī al-Futyā ʿalā Madhhab al-Imām Mālik* (Beirut: Dār al-Maʿrifah, 1984), 1:63.

45 Ibn ʿĀbidīn, *Radd al-Muḥtār*, 1:74.

46 Ibid.